ماہنامہ نیا دور لکھنؤ

جلد (۶۷) شمارہ (۶-۷)

ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۲ء

پبلشر: پربھات متل

ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ اتر پردیش

ایڈیٹوریل بورڈ:

ڈاکٹر انل کمار، سید امجد حسین، غزال ضیغم

ایڈیٹر: ڈاکٹر وضاحت حسین رضوی

فون:- 9415007698

Ph. N0. 2239132 Ext. 114

E.mail: dr.wazahatrizvi@gmail.com

جوائنٹ ایڈیٹر:

رفعت عزمی

مطبوعہ:

پرکاش پیکیجرس گولہ گنج لکھنؤ

شائع کردہ:

محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ اتر پردیش

زرِ سالانہ: ایک سو دس ۱۱۰ روپئے

فی شمارہ: پچاس ۵۰ روپئے

ترسیلِ زر کا پتہ:

ڈائرکٹر

انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ اتر پردیش لکھنؤ

Please send M.O/ Bank Draft in favour of Director, Information & Public Relations Department U.P, Lucknow.

خط و کتابت کا پتہ:

ایڈیٹر نیا دور پوسٹ بکس نمبر ۱۴۶ لکھنؤ

بذریعہ رجسٹری: ایڈیٹر نیا دور

انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈپارٹمنٹ اتر پردیش لکھنؤ

کاتب و تزئین کار:- امتیاز احمد

عنوانات

شاعری شخصیت اور یادیں ۹

مجاز کا سوگ ـــ شیخ ممتاز حسین جونپوری ـــ ۱۰

مجاز اور غزل ـــ ڈاکٹر اعجاز حسین ـــ ۱۶

مجاز مرحوم ـــ شاہ معین الدین ندوی ـــ ۲۱

مجاز کی شاعری ـــ وارث کرمانی ـــ ۲۲

مجاز کی یاد میں ـــ وارث علوی ـــ ۲۵

مجاز کا ادبی مرتبہ ـــ منظر سلیم ـــ ۳۶

مجاز: کچھ یادیں ـــ عابد سہیل ـــ ۴۰

مجاز سے انٹرویو ـــ آذر بارہ بنکوی ـــ ۴۳

ہم بڑھے ختم شامِ غریبانِ لکھنؤ ۴۹

اسرار الحق مجاز کا لکھنو ـــ قاضی عبدالستار ـــ ۵۰

مشہور و مظلوم مجاز ـــ عشرت علی صدیقی ـــ ۵۹

ٹوٹے ہوئے دل کی صدا مجاز ـــ پروفیسر محمود الحسن ـــ ۶۱

شاعر طرب انگیز ـــ حسن عباس فطرت ـــ ۶۵

مجاز ایسا کیوں ہوا ـــ اقبال مجید ـــ ۶۸

مجاز: کچھ باتیں ـــ زبیر رضوی ـــ ۷۲

مجاز کی انفرادیت ـــ احمد ابراہیم علوی ـــ ۷۵

مجاز اور مئے گلفام ـــ ڈاکٹر بشیشر پردیپ ـــ ۸۰

شرابِ شبستاں اور شاعر مجاز ـــ حقانی القاسمی ـــ ۸۲

فکر و نظر اور فن ۸۷

مجاز: شعریات کا سماجی اور سیاسی منظر نامہ ـــ پروفیسر سید مجاور حسین ـــ ۸۸

مجاز صبح نو کا شاعر ـــ شارب ردولوی ـــ ۹۴

آہنگ کی مابعد جدیدیت قرأت ـــ پروفیسر بیگ احساس ـــ ۹۹

تخیلی ارتکاز اور آہنگ مجاز ـــ تقی شبّر سنا ـــ ۱۰۴

عشق مجازی اور دیوانگی ـــ قاضی افضال حسین ـــ ۱۱۰

نیا دور کے مضامین میں جن خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ حکومت اتر پردیش ان سے بہرحال متفق ہو

برادرِ حسنِ نسل کا نمائندہ مجاز ــــ عتیق اللہ ــــ ۱۱۵
مجاز : ایک مطالعہ ــــ فیاض رفعت ــــ ۱۲۰
فکرِ مجاز ــــ علی احمد فاطمی ــــ ۱۲۳
مجاز : فکر و فن کے چند امتیازات ــــ ڈاکٹر محمد علی جوہر ــــ ۱۲۷
غمِ دل وحشتِ دل کا شاعر ــــ ارتضیٰ کریم ــــ ۱۳۰

نظموں کے آئینے میں ــــ ۱۳۷

مجاز کے شعری طریقۂ کار کی شناخت ــــ شافع قدوائی ــــ ۱۳۸
آوارہ : شکستِ رومان... ــــ ڈاکٹر مولا بخش ــــ ۱۴۳
مجاز کی نظم سرمایہ داری ــــ ڈاکٹر فخر الکریم ــــ ۱۵۲
مجاز کی ایک نظم "نذرِ خالدہ" ــــ ڈاکٹر سیما صغیر ــــ ۱۵۴
مجاز : انقلاب کا رومانی مسافر ــــ پروفیسر شبنم حمید ــــ ۱۵۶
مجاز کی نظموں میں انقلابیت ــــ رویدا ضمیر ــــ ۱۵۹
میں اپنے چمن کا بلبل ہوں ــــ ڈاکٹر عابد حسین حیدری ــــ ۱۶۲
مجاز کی نظموں میں تانیثی حیثیت ــــ ڈاکٹر صالحہ زریں ــــ ۱۶۴

مجاز فہمی اور ترقی پسندی ــــ ۱۷۱

مجاز شناسی کا ایک اہم باب ــــ پروفیسر ابن کنول ــــ ۱۷۲
مجاز بحیثیت ترقی پسند شاعر ــــ راشد انور راشد ــــ ۱۷۳
نوعِ انساں کا پرستار مجاز ــــ ڈاکٹر صبیحہ انور ــــ ۱۷۶

غزلوں کے آئینے میں ــــ ۱۸۱

مجاز کی غزل اور تصوف... ــــ رئیس الشاکری ــــ ۱۸۲
مجاز کا غزلیہ آہنگ ــــ ڈاکٹر مشتاق صدف ــــ ۱۸۶
مجاز کی غزلوں میں جمالیاتی آہنگ ــــ ڈاکٹر ظفر النقی ــــ ۱۸۹

کچھ زاویے ــــ ۱۹۱

مکمل شاعر پہ نامکمل مضمون ــــ منور رانا ــــ ۱۹۲
شاعرِ بیدار ــــ قطب اللہ ــــ ۱۹۴
مجاز: ایک سیمینار کے حوالے سے ــــ شاہ نواز قریشی ــــ ۱۹۸
مجاز کی شاعری میں فکری تضادات ــــ عادل فراز نقوی ــــ ۲۰۰
نظم تعارف کا ایک تعارف ــــ شاہد کمال ــــ ۲۰۵
مجاز: مطربِ نغمۂ عشق ــــ جمال رضوی ــــ ۲۱۲
آؤ مل کر انقلابِ تازہ تر پیدا کریں ــــ سلمان علی خاں ــــ ۲۱۶
مجاز مشاہیر کی نظر میں ــــ انجم اصغر رضوی ــــ ۲۱۹
مجاز اور اردو شعراء ــــ ڈاکٹر ریحان حسن ــــ ۲۲۲
ٹپک پڑا ہے آنکھ سے لہو بھر (نظم) ــــ رباب رشیدی ــــ ۲۲۷
بلبلِ گلستانِ شعر و سخن (نظم) ــــ جمال ہلوری ــــ ۲۲۸
آج بھی زندہ ہے وہ دیوانہ (نظم) ــــ آس زیدی سکندرپوری ــــ ۲۲۹
قضا نے پی لیا جس کو شراب کی [illegible] (نظم) ــــ رئیس انصاری ــــ ۲۳۰
اسی [illegible] (نظم) ــــ سید عباس رضا تنویر ــــ ۲۳۱
مجاز [illegible] (نظم) ــــ ڈاکٹر طارق قمر ــــ ۲۳۲
ایک رندِ بلا نوش مجاز کے حضور میں ــــ افق اعظمی ــــ ۲۳۳
مجاز کی شاعری... ــــ ڈاکٹر نشاط فاطمہ ــــ ۲۳۵
مجاز کی ظرافت ــــ مہ ناز فاطمہ ــــ ۲۳۹
مجاز کا ایک خط ساحر کے نام ــــ ۲۴۱

انتخابِ کلام ــــ ۲۴۳

مجاز ایک نظر میں ــــ رفعت عزمی ــــ ۲۸۷

ڈاکٹر عابد حسین حیدری
صدر شعبۂ اردو ایم جی ایم پی جی کالج سنبھل

میں اپنے چمن کا بُلبُل ہوں: مجازؔ

مجاز کو جعفر علی خاں اثر لکھنوی نے اردو شاعری کا کیٹس کہا ہے اور خود مجاز نے اپنے آپ کو اپنے چمن کا بلبل کہا ہے کونسا چمن جسے ہم اور آپ علی گڑھ کے نام سے جانتے ہیں۔ نذر علی گڑھ کے کچھ اشعار حذف کر کے علی گڑھ یونیورسٹی کا ترانہ مرتب کیا گیا اور پہلے شعر کی ترتیب بھی بدل دی گئی۔ شاعر کی زندگی میں یہ کام انجام پذیر ہوا۔ غالباً اس وقت ڈاکٹر ذاکر حسین ادارہ کے وائس چانسلر تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جس کی عظمت، تعلیم اور تہذیب کو ہندوستان کیا دنیا کے گوشے گوشے میں لوگ تسلیم کرتے آئے ہیں جس کی سرزمین نے سیکڑوں شاعروں ادیبوں کو جنم دیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کو مسلم تہذیب و ثقافت کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے۔ ہم اور آپ جسے علی گڑھ تہذیب کہتے ہیں وہ تہذیب مجاز کو بھی راس آئی اور علی گڑھ کی اس بیدار فضا اور ماحول سے مجاز نے گہرے اثرات قبول کئے۔ جس کا پر تو ان کی شاعری اور شخصیت دونوں میں نمایاں ہے۔

علی گڑھ میں مجاز کا قیام تقریباً پانچ سال رہا۔ یہ پانچ سال کا وقفہ مجاز کی زندگی کا بہترین دور تھا جہاں ان کو ذہنی سکون، بے فکری اور محبت کی فضا ملی ہوئی تھی جو پھر زندگی بھر نہ مل سکی اور یہیں پر ان کی شاعری کو بھی بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی۔ مجاز کی نشو و نما علی گڑھ کے جس ماحول میں ہوئی اس کی تصویر کشی ابواللیث صدیقی نے درج ذیل الفاظ میں کی ہے۔

"یونیورسٹی سے ہٹ کر علی گڑھ بڑی خشک، غیر دلچسپ اور غیر شاعرانہ جگہ تھی۔ شہر میں تالوں کی تجارت ہوتی .... لیکن اس غیر شاعرانہ ماحول میں یونیورسٹی کی الگ دنیا تھی اس کے دارالاماتوں میں زندگی اپنے پورے جلال و جمال و آب و تاب اور رنگ و بو کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ اس میں کھلنڈر، شاعر، ادیب، ملا اور مولوی، رند و زاہد، پڑھنے والے اور بے فکرے سب ہی جمع تھے۔ کسی کمرے میں طبلہ کھنکتا اور ستار کے تار جھنجھناتے سنائی دیتے، کہیں شعر و شاعری کے چرچے ہوتے۔ کہیں تاش کی محفل جمع ہوتی۔ کہیں کرکٹ فٹ بال اور ہاکی کا ذکر ہوتا لیکن دو چیزیں سب میں مشترک تھیں، خوش باشی خوش مذاقی، تیسرے درجے کا گھٹیاپن کا تو ذکر ہی کیا دوسرے درجہ کی بات بھی اس ماحول میں مستحسن نہیں خیال کی جاتی تھی۔ شاید علی گڑھ کی اقامتی زندگی کی شہرت اور کامیابی کا راز اسی معیار میں مضمر تھا۔"

جیسا کہ درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر کی دنیا شہر سے بالکل الگ تھی۔ اگر یونیورسٹی کو علی گڑھ سے الگ کر دیا جائے تو اس کی حیثیت ایک معمولی غیر ترقی یافتہ شہر کی رہ جائے گی۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی یونین کو وہاں کے اجتماعی طلبار کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ یہاں پر قوم و ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل زیر بحث آتے۔ طالب علم اور اساتذہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کھل کر کرتے۔ ہر قوم و ملت کے لوگوں سے تبادلۂ خیال کا موقع ملتا مشاعرے اور ادبی محفلیں ہوتیں جس میں نوجوان شاعر اور ادیب اپنا کلام سناتے اور داد تحسین پاتے۔ مجاز چونکہ خود ادارۂ علمی سے وابستہ تھے اور انھیں اس سے ایک خاص انسیت اور لگاؤ تھا لہٰذا انھوں نے اس کی تہذیب اور عظمت کا ترانہ بڑی شان سے گایا ہے اور ایسی تصویر کشی کی ہے کہ شروع سے آخر تک سماں بندھ جاتا ہے۔

یہ میرا چمن ہے میرا چمن میں اپنے چمن کا بلبل ہوں
سرشارِ نگاہِ نرگس ہوں، پابستۂ گیسوئے سنبل ہوں

چونکہ یہ بلبل اپنے چمن میں سب ہی کو عزیز تھا۔ اساتذہ کا منظورِ نظر اور طلبہ کے لیے باعث فخر تھا اس لیے اس بلبل نے

ادارے کی تمام تر خصوصیات کو جس تمثیلی اور علامتی انداز میں پیش کیا ہے وہ لائق توجہ ہے۔ اس نظم یا ترانے کے تمثیلی یا علامتی پیرائے کو سمجھنے کے لیے علی گڑھ کی اس تہذیب سے واقفیت ضروری ہے جسے عرف عام میں علی گڑھ تہذیب کہا جاتا ہے جہاں قومی اور بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والی تبدیلیوں اور انقلاب کو محسوس کیا گیا۔ جدید نظریات و خیالات کو خوش آمدید کہا گیا نیز اسلامی تعلیم و تہذیب یہاں کی مجموعی تہذیب کا بنیادی جز رہی ہے۔

جو طاق حرم میں روشن ہے وہ شمع یہاں بھی جلتی ہے
اس دشت کے گوشے گوشے سے اک جوئے حیات ابلتی ہے
یہ دشت جنوں دیوانوں کا، یہ بزم وفا پروانوں کی
یہ شہر طرب رومانوں کا، یہ خلد بریں ارمانوں کی
فطرت نے سکھائی ہے ہم کو افتاد یہاں پرواز یہاں
گائے ہیں وفا کے گیت یہاں چھیڑا ہے جنوں کا ساز یہاں

علی گڑھ میں مجاز کے والد میرس روڈ پر رہتے تھے جسے اس زمانے میں علی گڑھ کی سول لائن سمجھا جاتا تھا۔ بقول فرحت اللہ انصاری "سارے علی گڑھ کی جنت نگاہ تھی، میرس روڈ بڑا رومان پرور علاقہ تھا یہاں بہت سے صنم کدے اور صنم کدوں کے طواف کرنے والے ملتے تھے۔ سڑک پر دو رویہ درختوں کی قطار، گھنیری چھاؤں، آم کے درخت، اندھیرا ہوتے ہی جگنوؤں کی چمک دمک نے اسے واقعی ایک رومانی علاقہ بنا دیا تھا۔

اس بزم میں تیغیں کھینچیں ہیں اس بزم میں ساغر توڑے ہیں
اس بزم میں آنکھ بچھائی ہے اس بزم میں دل تک جوڑے ہیں
ہر شام ہے شام مصر یہاں، ہر شب ہے شب شیراز یہاں
ہے سارے جہاں کا سوز یہاں اور سارے جہاں کا ساز یہاں
ذرات کا بوسہ لینے کو سو بار جھکا آکاش یہاں
خود آنکھ سے ہم نے دیکھی ہے باطل کی شکست فاش یہاں

اور آخری چند اشعار میں مجاز نے علی گڑھ کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے جس کے لیے علی گڑھ تہذیب پوری دنیا میں اپنی انفرادی شناخت رکھتی ہے یہاں کی گنگا جمنی تہذیب جسے سر سید نے اپنے خلوص اور ایثار سے ایک مثالی تہذیب بنا کر پیش کیا۔ اس کے حضور مجاز خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور بڑے جوش کے ساتھ ادارے

ترانہ

یہ میرا چمن ہے میرا چمن، میں اپنے چمن کا بلبل ہوں
سرشار نگاہِ نرگس ہوں، پابستہ گیسوئے سنبل ہوں
یہ میرا چمن ہے ... .

جو طاقِ حرم میں روشن ہے، وہ شمع یہاں بھی جلتی ہے
اس دشت کے گوشے گوشے سے، اک جوئے حیات ابلتی ہے
یہ دشت جنوں دیوانوں کا، یہ بزم وفا پروانوں کی
یہ شہر طرب رومانوں کا، یہ خلد بریں ارمانوں کی
فطرت نے سکھائی ہے ہم کو، افتاد یہاں پرواز یہاں
گائے ہیں وفا کے گیت یہاں، چھیڑا ہے جنوں کا ساز یہاں
یہ میرا چمن ہے ... .

اس بزم میں تیغیں کھینچی ہیں، اس بزم میں ساغر توڑے ہیں
اس بزم میں آنکھ بچھائی ہے، اس بزم میں دل تک جوڑے ہیں
ہر شام ہے شام مصر یہاں، ہر شب ہے شب شیراز یہاں
ہے سارے جہاں کا سوز یہاں اور سارے جہاں کا ساز یہاں
ذرات کا بوسہ لینے کو سو بار جھکا آکاش یہاں
خود آنکھ سے ہم نے دیکھی ہے باطل کی شکستِ فاش یہاں
یہ میرا چمن ہے ....

جو ابر یہاں سے اٹھے گا وہ سارے جہاں پر برسے گا
ہر جوئے رواں پر برسے گا، ہر کوہِ گراں پر برسے گا
ہر سرو سمن پر برسے گا، ہر دشت و دمن پر برسے گا
خود اپنے چمن پر برسے گا، غیروں کے چمن پر برسے گا
ہر شہر طرب پر گرجے گا، ہر قصر طرب پر کڑکے گا
یہ ابر ہمیشہ برسا ہے یہ ابر ہمیشہ برسے گا
یہ ابر ہمیشہ برسا ہے ....
یہ ابر ہمیشہ برسا ہے............
برسے گا برسے گا برسے گا

کی فیض رساں خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار

(بقیہ صفحہ ۲۳۲ پر)

اس کے بعد میں جب بھی ان سے ملا ہوں طرح طرح سے خوشامدیں کی ہیں کہ یہ واقعہ نہ آنے پائے مگر ان کی بے رحم صاف گوئی اس کی متحمل نہ تھی کہ وہ جملے کاٹ دیے جائیں ابھی اسی کا رونا تھا کہ تمہاری "بے پناہ دوست نوازی" اور "بے اماں خلوص" نے جنون اور بادہ خواری کے ڈنکے پٹوا دیے۔

تم کو حیرت ہوگی کہ میں اس قدر SERIOUS کیوں ہو رہا ہوں۔ تو بھیا ساحر بات تو یہ ہی ہے نا۔ نہ تو میں اپنی بادہ خواری کے اعلان سے جھجکتا ہوں نہ کسی اور رسوائی سے خواہ وہ کیسی ہی شدید کیوں نہ ہو مگر غلط۔ یا صحیح طور پر تمہاری اور تم لوگوں کی ایسی انجمن سے وابستگی کی سعادت حاصل ہے جس کا ساتھ دیتے رہنے کی سکت ہو یا نہ ہو) خواہش اپنے دل میں ضرور رکھتا ہوں اگر تم ہی (قوت بازوئے دوست) نہیں رہے تو ساتھ کیسے دے سکوں گا۔ تمہیں یاد ش بخیر احمد آباد کا وہ دن یاد ہے جب اسی قسم کے الزام کی بنا پر مجھے پوری "ادبی تحریک" سے دامن کش ہو جانے کا الٹی میٹم دے دیا گیا تھا۔ اور کرشن نے میری حمایت کر کے اس عتاب ناگہانی سے بچا لیا تھا اور کون کہہ سکتا ہے کہ نا جائز اور ناروا عتاب تھا۔ اپنا پوائنٹ کمزور ہو تو دبنا ہی پڑتا ہے نا سو مندرجہ بالا سطور پر جب تم اس واقعہ کی روشنی میں دوبارہ غور کرو گے تو میری کیفیات کا صحیح اندازہ کر سکو گے۔

بہرحال تم میری ان خرافات اور اس ہذیان سے بددل کیوں ہو۔ میں جانتا ہوں جب تیر کمان سے نکل چکا ہو تو پھر مداوا تو ممکن نہیں لیکن یہ سب اس لیے لکھ ڈالا کہ اپنے محسوسات اگر تم تک نہ پہنچاتا تو خود اپنے ساتھ بے ایمانی کرتا خیر چھوڑو اب کہاں تک تمہیں BORE کروں۔

یہاں کے حالات؟

یہاں حالات ہوتے ہی نہیں اور جو کچھ ہیں وہ لکھنے کے نہیں بتانے کے ہیں بنے بھائی آج کل یہیں ہیں انھوں نے ایک بچی کا اضافہ اور کر دیا ہے دو ہی ایک روز میں لاہور کی طرف رخ کرنے والے ہیں۔ ہاں بنے بھائی سے یہ معلوم کر کے تم لوگ غیر معمولی تنظیمی اور تعمیری صلاحیتوں سے انجمن کا کام کر رہے ہو۔ جی چاہ رہا ہے کہ لاہور آ کر تمہاری تنظیم میں ایک خوش گوار برہمی اور تمہاری تعمیر میں مناسب تخریب کا اضافہ کر دوں۔ یہ بہت جلد ہو بھی سکے گا یا نہیں ابھی نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال فروری کا پورا ماہ مجھے یہیں لکھنؤ میں گزارنا ہوگا۔

مارچ میں لکھنؤ ویران ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں یا تو پہاڑ یا صحرا یہی دو منزلیں رہ جاتی ہیں۔ اس وقت تمہاری حدود میں گھسنے کی کوشش کروں گا۔ شعر لکھنے کو ان دنوں بے حد جی چاہتا ہے جو نہی کوئی بات بنی سب سے پہلے تمہیں بھیجوں گا۔

فیض کے باہر جانے کی خبر سنی تھیں اگر ابھی نہ گئے ہوں تو سلام اور پیار کہنا۔ اور لکھو۔

کون سی منزل میں ہے کون سی مشکل میں ہے
عشق بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں

وہاں کے حالات لکھو تو میں بھی ادھر کی کچھ سناؤں۔ اب کے ایسا بد مذاقی کا خط نہیں لکھوں گا وعدہ کرتا ہوں۔ حمید اختر کہاں ہوتے ہیں۔ ملیں تو اس شکستہ پا کا سلام کہنا۔

تمہارا اپنا
مجاز

◇◇

میں اپنے چمن کا بلبل ہوں .... (صفحہ ۱۶۳ کا بقیہ)

کرتے ہیں کہ یہ ادارہ ہمیشہ کی طرح کسی بھید بھاؤ کے اپنوں اور غیروں سبھی کو فیضیاب کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

جو ابر یہاں سے اٹھے گا، وہ سارے جہاں پر برسے گا
ہر جوئے رواں پر برسے گا، ہر کوہ گراں پر برسے گا
ہر سرو سمن پر برسے گا، ہر دشت و دمن پر برسے گا
خود اپنے چمن پر برسے گا، غیروں کے چمن پر برسے گا
ہر شہر طرب پر گرجے گا، ہر قصر طرب پر کڑکے گا
یہ ابر ہمیشہ برسا ہے، یہ ابر ہمیشہ برسے گا

مجازؔ کے اس ترانے میں اپنے مادر علمی کے تئیں ان کا بے پایاں خلوص ہی تھا کہ آج بھی ابنائے علی گڑھ مجازؔ کی آواز میں آواز ملا کر کہہ رہے ہیں۔

یہ میرا چمن ہے میرا چمن، میں اپنے چمن کا بلبل ہوں

◇◇

वर्ष : 67 अंक 6, 7
सितम्बर, अक्तूबर 2012
मूल्य : 50 रु./-
वार्षिक मूल्य : 110 रु./-

उर्दू मासिक
नया दौर
पोस्ट बॉक्स सं0 146, लखनऊ - 226 001

रजिस्ट्री संख्या : 4552/61
[illegible]/101/2006-08

نائب صدر جمہوریہ جناب محمد حامد انصاری نے گزشتہ ۲۸ مارچ ۲۰۰۸ کو دہلی میں مجازؔ یادگاری ٹکٹ اور فرسٹ ڈے کور کا اجرا کیا۔
اس موقع پر اسرار الحق مجازؔ کی بہن محترمہ حمیدہ سالم بھی موجود تھیں۔

प्रकाशक व मुद्रक प्रभात मित्तल, निदेशक द्वारा सूचना एवं जनसम्पर्क विभाग, उ.प्र. के लिए प्रकाश पैकेजर्स, 257 गोलागंज, लखनऊ से मुदित एवं प्रकाशन प्रभाग, सूचना एवं जनसम्पर्क विभाग, उ.प्र., सूचना भवन, पार्क रोड, लखनऊ-226001 से प्रकाशित-सम्पादक, डा. वजाहत हुसैन रिजवी।